حضرت زیدؑ شہید کے قیام کے اسباب

(ایک تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر سید حیدر عباس واسطی[1]
dr.sha.wasti@gmail.com

کلیدی کلمات: حجاج بن یوسف، خالد قسری، ہشام بن عبدالملک، واقعہ کربلا، بنی امیہ، بنی ہاشم

خلاصہ

واقعہ کربلا کے بعد بنو ہاشم کی طرف سے بنو اُمیہ کے خلاف ایک اور بڑا معرکہ تاریخ کے اُفق پر نظر آتا ہے جسے قیام حضرت زید شہیدؑ کا نام دیا جاتا ہے۔اس مقالے میں حضرت زید شہید کے قیام کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور اُن اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کی بناء پر حضرت زید شہیدؑ نے اُموی حکمران ہشام بن عبدالملک کے خلاف تحریک چلائی۔اس تحریک سے بنو اُمیہ کے خلاف چلنے والی انقلابی تحریکوں کو حوصلہ ملا اور اُموی دورِ حکومت کا خاتمہ ہوا۔
امویوں نے بنو ہاشم کو اپنی حکومت کے خلاف قیام سے روکنے کے لیے حضرت زید شہید کے قیام کی مخالفت میں ایسی احادیث وضع کرائیں جن کے سبب آج تک لوگوں کے اذہان میں حضرت زید شہیدؑ کے قیام سے متعلق شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت زید شہیدؑ نے کسی موقع پر حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی حکم عدولی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اُنہوں نے امامت کا دعوی کیا بلکہ یہ اموی حکمرانوں کی جانب سے کیا ہوا پروپیگنڈا تھا، جسے اُنہوں نے لوگوں کو اُن سے دور کرنے کے لیے کیا حالانکہ حضرت زید شہیدؑ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مخفی طور پر اِذن یافتہ تھے۔

بنو اُمیہ کا دورِ حکومت جو فسق و فجور اور ظُلم و جور کے باعث مسلمانوں کی تاریخ کا سیاہ دور جانا جاتا ہے۔ بنو اُمیہ نے اپنے فسق و فجور اور ظُلم و جور کے واقعات پر پردہ ڈالنے کے لیے اور اپنے خلاف اُٹھنے والی تحریکوں کو بدنام کرنے کے لیے اُن کے خلاف اپنی ریاستی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے پروپیگنڈا کرایا اور تواریخ میں جھوٹے واقعات نقل کرائے تاکہ آنے والی نسلیں اُن سے نفرت یا بیزاری نہ کریں۔ واقعہ کربلا کے عظیم سانحہ کے بعد بنو ہاشم کے طرف سے بنو اُمیہ کے خلاف ایک اور بڑا معرکہ تاریخ کے اُفق پر نظر آتا ہے جسے قیام حضرت زید شہید علیہ السلام کا نام دیا جاتا ہے۔

اس مقالے میں حضرت زید شہید کے قیام کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور اُن اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن کی بناء پر حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنی افرادی قوت کم ہونے کے باوجود اُموی حکمران ہشام بن عبدالملک کے خلاف تحریک چلائی اور قیام کیا، جس سے لوگوں میں بیداری پیدا ہوئی اور اس کے ثمرات کے طور پر بنو اُمیہ کے خلاف چلنے والی انقلابی تحریکوں کو حوصلہ ملا اور اُموی دورِ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔
حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنے دادا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اُسی طرز پر قیام کیا، جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۶۱ھ میں یزید بن معاویہ کے فسق و فجور کے خلاف قیام کیا تھا اور ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر شہادت پائی۔ یزید ملعون نے اپنی فتح کا جشن منایا اور اہلبیت علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے بھرے دربار میں شراب کے نشہ میں واقعہ کربلا کے پس پردہ اپنے اصل محرکات بیان کر دیئے۔ یزید ملعون کی اسلام دشمنی اُس وقت مکمل طور پر عیاں ہو گئی، جب اُس نے جنگ بدر میں قتل ہونے والے اپنے بزرگوں جو کہ کافر اور مشرک تھے، کا ذکر اشعار میں اس انداز سے کیا:(

---

[1] ۔ پی۔ایچ۔ڈی، اسلامک اسٹڈیز

(1

لَیۡتَ أَشۡیَاخِی بِبَدۡرٍ شهیدوا　　　جَزَعَ الۡخَزۡرَجِ فی وَقۡعِ الۡأَسَلۡ

فَأَهَلُّوا وَاسۡتَهَلُّوا فَرَحًا　　　ثُمَّ قَالُوا لی هنیا لا تسلۡ

کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے اس وقت موجود ہوتے اور دیکھتے کہ قبیلہ خزرج تلواروں کے پڑنے سے کس طرح چیخ اُٹھا ہے، یقیناً یہ دیکھ کر وہ خوشی سے چلّا اُٹھتے۔

لست من خندف إن لم أنتقم　　　من بنی أحمد ما کان فعل

میں خندف سے نہ ہوں گا اگر احمدؐ کے عمل کا اُن کی اولاد سے انتقام نہ لو۔

فجزیناهم ببدر مثلها　　　وأقمنا مثل بدر فاعتدل

ہم نے ان کو جنگِ بدر کا بدلہ دیا ہے، اب دونوں برابر ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے بہیمانہ قتل اور یزید ملعون کے فسق و فجور سے آگاہی کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو یزید ملعون نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے مسلم بن عقبہ کی سالاری میں شامی فوج مدینہ منورہ بھیجی۔ اس فوج میں بڑی تعداد میں عیسائی شامل تھے۔ اس شامی فوج نے یزید ملعون کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور وہاں بے رحمی کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم تابعین اور صحابہ کرام کے خون سے ہولی کھیلی۔ یہ واقعہ ماہ صفر المظفر ۶۴ھ میں پیش آیا، جسے واقعہ حرّہ کہا جاتا ہے۔ شامی فوج نے صحابہ کرام کا بے دریغ قتلِ عام کرنے کے علاوہ اُن کی مستورات کی عصمت دری کی اور ظلم کی انتہاء کر دی (2)۔

واقعہ حرّہ کے سانحہ کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا، لیکن وہ مکہ پہنچنے سے قبل حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کرکے مر گیا۔ حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کرکے منجنیقوں سے خانہ کعبہ پر آگ اور پتھر برسائے، جس سے پورا شہر دھویں کی لپیٹ میں آگیا۔ اسی اثناء میں ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید کی موت واقع ہو گئی۔ علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں کہ جب یزید کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو ملی تو اس نے پکار کر کہا:

"یا أهل الشام ان طاغیتکم قد هلك فانقلوا و ذلوا و تخطفهم الناس"

"اے شامیو! تمہیں گمراہ کرنے والا مر گیا۔"

جب یہ خبر شامی لشکر نے سُنی تو شامی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے سخت ذِلّت اُٹھائی اور لوگوں نے لشکر کا تعاقب کیا اور جو کچھ کر سکتے تھے وہ کیا (3)۔ دیگر مورخین جیسے طبری، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ملک میں چاروں طرف انارکی اور بغاوت پھیل گئی جبکہ شامی فوج خوفزدہ ہو کر اُلٹے پاؤں بھاگنے کی راہ تلاش کر رہی تھی، جس کے سبب عبداللہ بن زبیر اور حصین بن نمیر کے درمیان جنگ بندی کے لیے گفت و شنید ہوئی جس کے نتیجے میں ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں جنگ بند ہوئی (4)۔

یزید بن معاویہ کی موت کے بعد مروان بن حکم نے اپنی مکاری سے اقتدار کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی اور پھر سے ظلم و جور کا بازار گرم کر دیا (5)۔

مروان کے دورِ اقتدار میں اہل عراق متحرک ہو گئے اور ان میں سے ایک گروہ نے ۲۲ جمادی الاول ۶۵ھ میں سلیمان بن صرو خزاعی کی قیادت میں خونِ حضرت امام حسین علیہ السلام کا بدلہ لینے کا نعرہ بلند کیا۔ مورخین نے اس گروہ کو توابین کا نام دیا ہے۔ اس گروہ کے افراد نے شامی فوج کے مقابلے میں اپنی افرادی قوت کم ہونے کے باوجود دلیری سے کئی روز تک جنگ لڑی، لیکن اُنہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور وہ تمام

لوگ شامی فوج سے لڑتے ہوئے قتل ہو گئے۔ اہل کوفہ نے جدو جہد جاری رکھی اور ایک بار پھر محرم الحرام ۶۶ھ میں حضرت مختار ثقفیؒ کی قیادت میں اُٹھے اور اس بار کوفہ میں حضرت مختار ثقفیؒ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
حضرت مختار ثقفیؒ نے عراق میں موجود حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچایا۔ حضرت مختار ثقفیؒ نے بنو اُمیہ کے خلاف کئی جنگیں لڑیں اور ان میں کامیابی حاصل کی۔ عبداللہ بن زبیر کی حجاز میں حکومت قائم تھی، حضرت مختار ثقفیؒ کی پے در پے کامیابیوں سے خائف ہوا کہ حضرت مختار ثقفیؒ مستقبل میں اس کے مد مقابل آئیں گے لہٰذا عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو ان کے مقابل لا کھڑا کیا، جس نے اہل عراق سے خفیہ رابطے کرکے انہیں انعام واکرام دے کر اپنے ساتھ ملا لیا، جس سے حضرت مختار ثقفیؒ کی جمعیت درہم برہم ہو گئی۔
حضرت مختار ثقفیؒ نے اپنے مختصر ساتھیوں کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ لڑی تو وہ اہل عراق کے غدر کے سبب ۱۴رمضان المبارک ۶۷ھ بمطابق ۳ اپریل ۶۸۷ء کو مصعب بن الزبیر کے ہاتھوں شہید ہو گئے (6)۔ اس طرح عبداللہ بن زبیر کی حکومت حجاز سے لے کر عراق تک وسیع ہو گئی۔ دوسری طرف مروان بن حکم کی موت واقع ہونے پر عبدالملک بن مروان نے اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اُس نے سب سے پہلے عراق پر اپنے تسلط قائم کرنے کے لیے حجاج بن یوسف کے ذریعہ مصعب بن زبیر کے ساتھ وہی چال چلی، جو مصعب بن زبیر نے حضرت مختار ثقفیؒ کے ساتھ چلی تھی اور اہل عراق کو انعام واکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔
اس کے بعد حجاج بن یوسف نے مصعب بن زبیر کو ایک خونریز جنگ کے بعد قتل کر دیا۔ عبدالملک بن مروان کوفہ کے قریب حیرہ پہنچا، جہاں حجاج بن یوسف نے اہل عراق کی عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بیعت کروائی۔ عراق پر عبدالملک بن مروان کا تسلط قائم ہو جانے کے بعد حجاج بن یوسف عبدالملک کے حکم پر عبداللہ بن زبیر کی حجاز میں قائم حکومت کے خاتمہ کے لیے مکہ پر حملہ آور ہوا۔
حجاج بن یوسف نے مکہ معظّمہ کا محاصر کرکے منجنیقوں سے آگ اور پتھر برسائے اور اس محاصرے کے سبب اُس سال لوگوں کے لیے حج کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے حجاج بن یوسف کا سخت مقابلہ کیا مگر کئی ماہ کی لشکر کشی کے باعث بالآخر حجاج بن یوسف، عبداللہ بن زبیر کو قتل کرکے مکہ مکرمہ میں اُن کی حکومت کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حجاج بن یوسف کی قتل و غارت گری کے نتیجہ کے طور پر حجاز بھی عبدالملک بن مروان کے تسلط میں آگیا (7)۔
مورخین بیان کرتے ہیں کہ ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز تخت نشین ہوئے تو اُنہوں نے سب سے پہلے بنو ہاشم کے ساتھ اسّی سال سے جاری ناروا سلوک اور اُن کی حق تلفی کو ختم کیا اور بنو ہاشم کا باغ فدک پر دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے اُنہیں باغِ فدک واپس کر دیا، جس سے بنو ہاشم کے معاشی حالات بہتر ہو گئے (8)۔ عمر بن العزیز کی رحلت کے بعد یزید بن عبدالملک نے ۱۰۱ھ میں اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک بار پھر بنو ہاشم سے باغ فدک چھین لیا اور اسے آلِ مروان کو میراث کے طور پر دے دیا اور پرانی اُموی روش اپنا لی، اس طرح وہ تمام عیوب پھر سے اقتدار میں داخل ہو گئے، جنہیں عمر بن عبدالعزیز نے ختم کیا تھا۔
عمر بن عبد العزیز کی موت کے بعد یزید بن عبدالملک بن مروان بر سر اقتدار آیا تو پورے ملک میں ایک بار پھر کھلے عام فسق و فجور شروع ہو گیا۔ اُموی طرزِ حکومت کے بارے میں ڈاکٹر حمید الدین کہتے ہیں کہ بنو اُمیہ کی شخصی حکومت میں بیت المال سے آمدنی کا بیشتر حصہ بادشاہ کے ذاتی استعمال پر صرف ہوتا تھا اور جو کچھ باقی بچتا تھا اسے شاہی خاندان کے لوگوں کو وظائف کی شکل میں دے دیا جاتا تھا۔ اس طرح پورا بیت المال امویوں کے لیے وقف تھا (9)۔ دوسری طرف اموی بادشاہوں نے بنو ہاشم کا معاشی استحصال کیا اور خود عیش و عشرت کی زندگی گزاری اور پورے ملک میں فسق و فجور کو فروغ دیا۔ جس پر حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا، اس بات کی طرف ابن عساکر، ابو الفرج اصفہانی نے اشارہ کرتے ہوئے ایک روایت نقل کی ہے (10):

قال: اردت الخروج الی الحج فمررت بالمدینة فقلت: لو دخلت علی زید بن علی فدخلت فسلمت علیه فسمعته یتمثل:

زکریا بیان کرتا ہے وہ زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ سے ہوتا ہوا مکہ معظّمہ جارہا تھا، اُس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ زید بن علی علیہ السلام کے پاس حاضری دے۔ لہٰذا وہ ان سے ملنے ان کے گھر گیا اور سلام کیا۔ آپ نے اس سے دوران گفتگو یہ اشعار پڑھے :

ومن یطلب المال الممنع بالقنا　　　یعش ماجدا أو تخترمه المخارم

متی تجمع القلب الذکی و صارما　　　وأنفا حمیا تجتنبك المظالم

وکنت اذا قوم غزونی غزوتهم　　　فهل أنا فی ذا یالهمدان ظالم

جو شخص بزور نیزہ زبردستی بہت زیادہ مال حاصل کرلیتا ہے، وہ بڑی عیش و آرام کی زندگی گزارتا ہے یا پھر ذلت و خواری کے ساتھ بیابان پہاڑوں میں پھرتا ہے۔ اگر تم اُن پر تلوار اُٹھالو اور اپنے عزت نفس کو قبضہ میں کرلو تو یہ چیزیں تمہیں ظلم و ستم سے محفوظ رکھیں گی۔ جب مجھ سے کوئی جنگ کرتا ہے تو میں بھی جواب میں اُس سے جنگ کرتا ہوں۔ اے ہمدانی بتاؤ کیا میں اس معاملہ میں ظالم کہلاؤں گا۔

زکریا مزید بیان کرتا ہے کہ حضرت زید شہید علیہ السلام کی باتیں سن کر اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت زید شہید علیہ السلام اہلبیت رسولؐ کے حقوق کا دفاع کے لئے سر گرم ہیں اور وہ حکومت کے خلاف قیام کریں گے۔ مذکورہ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زید شہید علیہ السلام ہشام بن عبدالملک کی سرپرستی میں مدینہ منورہ میں ہونے والے فسق و فجور سے دل برداشتہ ہوچکے تھے۔ اسی لیے حضرت زید شہید علیہ السلام نے اہل مدینہ سے کہا: جس طرح میرے دادا حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کے فسق و فجور کے خلاف قیام کیا تھا، بالکل اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے خلاف بھی قیام ناگزیر ہے اور تم لوگ اس کام میں میرا ساتھ دو لیکن حکومت کے ظلم و ستم کی چکی میں پسے ہوئی ان مستضعفین کی آنکھوں میں خوف اور بے بسی دیکھ کر حضرت زید شہید علیہ السلام اہل عراق کی جانب سے موصول ہونے والے خطوط کی طرف متوجہ ہوئے اور ان خطوط کو سامنے رکھ کر اپنے بھائی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مشاورت کی اور ان کی تائید حاصل ہونے پر عراق کی طرف روانہ ہوگئے۔

حضرت زید شہید علیہ السلام عراق پہنچے تو اہل عراق کے دلوں میں اُمید کی کرن پیدا ہوئی اور اُنہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ بنوہاشم کی یہ معروف شخصیت ہی اُن کے لیے مسیحا بن سکتے ہیں۔ اس لیے وہ سب آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے۔ حضرت زید شہید علیہ السلام نے عراق میں اموی گورنر خالد قسری کے ہاتھوں پھیلی ہوئی لادینیت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ خالد قسری کے عمال مسلمانوں سے جبری طور پر زکوٰۃ کی رقم وصول کرکے عیسائیت کے پرچار اور گرجاگھروں کی تعمیر پر خرچ کررہے تھے اور اگر اہل عراق اس بات پر کوئی احتجاج کرتے تو اُس کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا۔ خالد قسری اپنی عیسائی ماں کے مذہب کی طرف راغب تھا، اسی لیے خالد قسری ابن نصرانیہ کے نام سے معروف ہوگیا تھا (11)۔ خالد قسری کی عراق میں گورنری کے دوران عراق کے حالات کو ابن اثیر نے اس طرح بیان کیا:

ولما ولی یوسف العراق کان الاسلام ذلیلا والحکم فیه الی أهل الذمة (12)

یوسف بن عمر جس وقت عراق کا گورنر بن کر آیا، اہل اسلام ذلیل حالت میں تھے اور ان پر اہل ذمہ کا غلبہ اور اُن کی حکومت تھی۔

ابن خلدون نے بھی اسی طرح عراق کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

ولما ولی یوسف نزلت الذلة بالعراق فی العرب وصار الحکم فیه الی أهل الذمة (13)

یوسف بن عمر ثقفی جس وقت عراق کا گورنر بن کر آیا، اُس وقت عراق میں عرب ذلیل ہوچکے تھے۔

ابن اثیر نے خالد قسری کے مقرر کردہ عمائدین کے اختیارات کے متعلق یحییٰ بن نوفل کا ایک شعر نقل کیا، جس سے عراق کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے:

أتانا وأهل الشرك أهل زكاتنا　　　وحكامنا فيما نسر ونجهر

مشرکین ہماری زکوٰۃ کے مالک تھے اور ہمارے ظاہر اور مخفی معاملات کے حاکم تھے (14)۔

ابن اثیر نے فرزدق کے درج ذیل اشعار نقل کیے :

ألا قطع الرحمن ظهر مطية　　أتتنا تهادى من دمشق بخالد

فكيف يؤم الناس من كانت أمه　　تدين بأن الله ليس بواحد

بنى بيعة فيها النصارى لأمه　　ويهدم من كفر منار المساجد

خدا نے اس سواری کی پیٹھ کیوں نہ توڑ ڈالی، جو ہمارے پاس خالد کو دمشق سے لائی۔ وہ شخص لوگوں کی کس طرح امامت کر سکتا ہے جس کی ماں کا دین یہ ہو کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ نصاریٰ نے اس کی ماں کی خوشنودی کے لیے کلیسا بنایا تھا اور وہ کفر کی وجہ سے مسجدوں کے میناروں کو منہدم کرتے تھے (15)۔

ابن اثیر نے بیان کیا جب خالد قسری کے سامنے ایک شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے :

ليتني في المؤذنين حياتي　　انهم يبصرون من في السطوح

فيشيرون أو تشير اليهم　　بالهوى كل ذات دل مليح

کاش میری زندگی بھی ان موذّنوں کی طرح ہوتی کیونکہ وہ لوگ بالا نشینوں کو دیکھتے ہیں یا تو وہ خود اشارے اور کنایہ کرتے ہیں یا ان کی طرف نازک اندام عورتیں اشارے کرتی ہیں (16)۔

ابن اثیر نے یہ بھی بیان کیا کہ خالد قسری نے مذکورہ اشعار سنے تو اُس نے مساجد کے مؤذنوں کو ہٹانے کی بجائے مساجد کے مینار منہدم کرا دیئے اور اپنی ماں کو خوش کرنے کی غرض سے ایک گرجا تعمیر کرایا۔ عراقی عوام نے خالد قسری کے اس فعل کی مذمت کی تو اس نے مکاری سے کام لیتے ہوئے اس معاملے کو درگزر کرنے کے لیے کہا: اگر نصاریٰ کا مذہب تمہارے مذہب سے بدتر ہے تو خدا کی ان پر لعنت ہو۔ خالد قسری مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کے لیے کھلے عام یہ بات کہتا تھا:

ان الخليفة هشاما أفضل من رسول الله صلى الله عليه وسلم

بے شک خلیفہ ہشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے (17)۔

تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہشام بن عبدالملک خالد قسری کی اسلام دشمن صفات سے واقف تھا، اسی لیے اُس نے ۱۰۵ھ میں حکومت سنبھالتے ہی خالد قسری کو عراق کا گورنر بنایا تاکہ خالد قسری عراق کے مسلمانوں کی دل آزاری کرے۔ خالد قسری نے اپنے ننھیالی رشتے دار عیسائیوں کو عمال مقرر کرکے عراق کے مسلمانوں کو اپنے شکنجے میں کس لیا۔ ان عمال نے دیندار لوگوں کا جینا محال کر دیا اور اسلامی اقدار کو پامال کرکے نئی بدعات کا اجراء کیا۔ مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور اُن سے جبری زکوٰۃ کی رقوم وصول کرکے عیسائیت کے پرچار اور گرجا گھروں کی تعمیر پر خرچ کیں۔

خالد قسری چالباز اور مکار شخص تھا، وہ عراق میں اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی غرض سے ہشام بن عبدالملک کو پیغمبر ﷺ اسلام سے افضل قرار دیتا اور نماز جمعہ کے خطبات میں اہلبیت رسول ﷺ پر سب وشتم کراتا تھا۔ اس کے دور میں مساجد کے سرکاری موذّن مساجد کے میناروں پر چڑھ کر قرب وجوار میں رہنے والی عورتوں کو اشارے بازی کرتے تھے۔ خالد قسری سے وہاں کے لوگوں نے شکایت کی تو اُس نے اُن موذِنوں کو ہٹانے کی بجائے اُن مساجد کے مینار منہدم کرا دیئے۔ خالد قسری کے دور حکمرانی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس کے پندرہ سالہ دور حکمرانی میں عراق کے مسلمانوں پر عیسائی راج مسلط تھا۔ جس نے لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے بے حیائی اور بے دینی کو فروغ دیا، جس کا ذکر فرزدق کے اشعار میں ملتا ہے، جو اوپر بیان کیے جا چکے ہیں۔

حضرت زید شہید علیہ السلام مدینہ منورہ کے حالات سے پہلے ہی دل برداشتہ تھے۔ جب اُنہوں نے عراق میں بھی پھیلی ہوئی لادینیت اور نئی بدعات کا مشاہدہ کیا تو اُن کی آنکھیں خون کے آنسو رونے لگیں، آپ ان حالات میں بری طرح گھٹن محسوس کرنے لگے، جس کی طرف سیاغی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

کان زید بن علی یری الحیاۃ غراماً وَ کانا ضجرًا بالحیاۃ (18) زید بن علیؑ کے لیے زندگی ایک بوجھ بن گئی تھی اور وہ زندگی سے تنگ آچکے تھے۔

حضرت زید شہید علیہ السلام نے ظلم و ستم کے اس راج کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنیکا بیڑہ اُٹھایا اوراس کام کو پورا کرنے کے لیے اپنے دادا حضرت امام حسین علیہ السلام کے قول (فلکم فی أسوۃ) پر عمل کیا جس میں اُنہوں نے اپنے قیام کو لوگوں کے لیے (نمونہ) قرار دیا تھا (19)۔ حضرت زید شہیدؑ نے أئمہ اہلبیت علیہ السلام کے اقوال کو اپنی رہنمائی کے لیے سامنے رکھا، جیسے:

- شیخ کلینیؒ نے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کی ہے:

محمد بن یعقوب الکلینی، عن محمد بن یحیی، عن أحمد بن محمد، عن علی ابن النعمان، عن عبد اللہ بن مسکان، عن داود بن فرقد، عن أبی سعید الزھری، عن أبی جعفر وأبی عبد اللہ علیھما السلام قال: ویل لقوم لا یدینون اللہ بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ (20)

افسوس ہے اس قوم کے لیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرکے خدا کا دین اختیار نہیں کرتی۔

- حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اہل کوفہ کو جہاد کی رغبت دلاتے ہوئے اپنے خطبہ میں کہا:

فقبحا لکم وترحا حین صرتم غرضا یرمی۔ یغار علیکم ولا تغیرون، وتغزون ولا تغزون، ویعصی اللہ وترضون (21)۔

تمہارا بُرا ہو تم غم و حزن میں مبتلا رہو، تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو۔ تمہیں ہلاک اور تاراج کیا جا رہا ہے مگر جوابی حملہ کرنے کے لیے تمہارے قدم نہیں اٹھتے، وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو، اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔

- وما أعمال البر کلھا والجھاد فی سبیل اللہ عند الامر بالمعروف والنھی عن المنکر الا کنفثۃ فی بحر لجی (22)

تمام اعمالِ خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے گہرے سمندر میں لعاب دہن کے قطرے ہوں۔

حضرت زید شہید علیہ السلام نے قرآنی معارف کی روشنی میں ہشام بن عبدالملک کی حکومت کے خلاف قیام کے لیے راہ ہموار کی۔ آپ کے علم میں پیغمبر اسلام ﷺ کی وہ احادیث تھیں، جن میں آپ کے قتل اور نعش کو سولی دیئے جانے کے علاوہ دیگر واقعات کی خبر دی گئی تھی۔ اس لیے حضرت زید شہید علیہ السلام کو یقین کامل تھا کہ اُن کے ساتھ بہر صورت وہ سب حالات پیش آئیں گے، جن کی پیغمبر اسلام ﷺ نے خبر دی تھی۔ حضرت زید شہید علیہ السلام یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کی حیات میں اُن کے قیام کے فوری نتائج نہیں نکلیں گے، بلکہ آپ کی شہادت کے بعد اس کے ثمرات برآمد ہونگے۔

حضرت زید شہید علیہ السلام جانتے تھے کہ بیاسی سال سے قائم حکومت کو گرانا آسان نہیں بلکہ یہ کام کانٹوں کی سیج کی طرح کٹھن راہ ہے، جس پر ہر شخص کے لیے چلنا ممکن نہیں ہوگا مگر جو لوگ اس راہ پر چلنے کی قوت اور ارادہ رکھتے ہیں، انہیں اس پر چلا کر امر بالمعروف وَ نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے تو ہشام بن عبدالملک کے اقتدار کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے کمزور کیا جاسکتا ہے تاکہ مستقبل میں اس کے خلاف اُٹھنے

والی تحریکوں کی کامیابی کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔ حضرت زید شہید علیہ السلام نے مدینہ منورہ چھوڑنے سے قبل اپنے قیام کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا، جس کا ذکر ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے:

حدثنی عبد الرحمن بن عبد الله الزهری قال دخل زید بن علی مسجد رسول الله ﷺ نصف النهار فی یوم حار من باب السوق فرآنی سعد بن ابراهیم فی جماعة من القرشیین قد حان قیامهم فأشار الیهم فقال لهم سعد بن ابراهیم هذا زید یشیر الیکم فقوموا له فجائهم فقال أی قوم أنتم أضعف من أهل الحرة فقالوا لا فقال فأنا أشهد أن یزیدا لیس شرا من هشام بن عبد الملك فما لكم فقال سعد لأصحابه مدة هذا قصیرة فلم ینشب أن خرج فقتل۔ (23)

حضرت زید بن علیؑ ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جن میں سعد بن ابراہیم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: کیا آپ لوگ واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے افراد سے بھی زیادہ شکستہ وَ ناتواں ہیں؟ تو لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔ پس حضرت زید بن علیؑ نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ یزید ہشام سے زیادہ فاسق و فاجر نہیں تھا"۔ پھر آپ لوگ کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں؟ اس کے خلاف بھی اسی طرح قیام ناگزیر ہے، جس طرح یزید کے خلاف حضرت امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔

مورخین کا کہنا ہے جب حضرت زید شہید علیہ السلام عراق پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ عراق کے عوام ہی کیا، وہاں کے تمام فقہاء نے جن میں امام ابو حنیفہ بھی شامل تھے، ہشام بن عبدالملک کی حکومت سے بیزاری کا اظہار کیا اور وہ لوگ اس کی حکومت کو اسلامی حکومت کے زمرے میں نہیں لاتے تھے (24)۔

حضرت زید شہید علیہ السلام کو عراقی عوام نے ان کی قائدانہ صلاحیتیں دیکھ کر اپنا قائد منتخب کیا اور آپ کی معیت میں جنگ لڑنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے آپ کی بیعت کی، جن کی تعداد اسّی ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔ حضرت زید شہید علیہ السلام کے ملک سے فسق و فجور کے خاتمے، قرآن و سنت کے احیاء کے لیے کیے جانے والے قیام کے اسباب سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے ابو منصور عبدالقادر بن طاہر بن محمد بغدادی شافعی اشعری نے یہ بات نقل کی:

انما خرجت علی بنی امیة الذین قاتلوا جدی الحسین وأغاروا علی المدینة یوم الحرة ثم رموا بیتا لله بحجر المنجنیق والنار ففارقوه عند ذلك۔ (25)

میں نے بنواُمیہ کے خلاف اس لیے خروج کیا ہے کہ انہوں نے میرے دادا حسینؑ کو قتل کیا اور حرہ کی جنگ میں مدینہ میں لوٹ مار کی اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کی اور اسے آگ لگا دی۔

تحقیق کی بنیاد پر اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا, کیونکہ تفسیر فرات میں حضرت زید شہید علیہ السلام کا قیام کے موقع پر دیا گیا ایک خطبہ نقل کیا گیا ہے، جس میں حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنے قیام کے اسباب بیان کیے ہیں اور ان عوامل کی نشاندہی کی ہے جن کی بنیاد پر لوگوں کو جہاد کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ حضرت زید شہید علیہ السلام کے خطبے سے ایک اقتباس نمونہ کے طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے:

ألستم تعلمون أنا ولد نبیكم المظلومون المقهورون فلا سهم وفینا، ولا تراث اعطینا، وما زالت بیوتنا تهدم، وحرمنا تنتهك، وقائلنا یعرف، یولد مولودنا فی الخوف، وینشؤ ناشئنا بالقهر، ویموت میتنا بالذل۔ ویحكم ان الله قد فرض علیكم جهاد أهل البغی والعدوان من امتكم علی بغیهم، وفرض نصرة أولیائه الداعین الی الله والی كتابه، قال: " فلینصرن الله من ینصره ان الله لقوی عزیز " (سورہ الحج آیت: ۴۰) ویحكم انا قوم غضبنا لله ربنا، ونقمنا الجور المعمول به فی أهل ملتنا، ووضعنا من توارث الامامة والخلافة ویحكم بالهواء ونقض العهد وصلی الصلاة لغیر وقتها، وأخذ الزكاة من غیر وجهها، ودفعها الی غیر أهلها،

ونسك المناسك بغيرهديها، وأزال الافياء والاخماس والغنائم، ومنعها الفقراء والمساكين وابن السبيل، وعطل الحدود وأخذ بها الجزيل، وحكم بالرشا والشفاعات والمنازل وقرب الفاسقين، ومثل بالصالحين، واستعمل الخيانة، وخون أهل الامانة، وسلط المجوس، وجهز الجيوش، وخلد فى المحابس، وجلد المبين، وقتل الوالد، وأمر بالمنكر، ونهى عن المعروف، بغير مأخوذ عن كتاب الله، ولا سنة نبيه، ثم يزعم زاعمكم أن الله استخلفه، يحكم بخلافه، ويصد عن سبيله، وينتهك محارمه، ويقتل من دعا الى أمره، فمن أشر عند الله منزلة ممن افترى على الله كذبا، أو صد عن سبيله، أو بغاه عوجا، ومن أعظم عند الله أجرا ممن أطاعه، وآذن بأمره، وجاهد فى سبيله، وسارع فى الجهاد، ومن أحقر عند الله منزلة ممن يزعم أن بغير ذلك يمن عليه، ثم يترك ذلك استخفافا بحقه وتهاونا فى أمر الله، وايثارا للدنيا " ومن أحسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال اننى من المسلمين "(سورہ فصلت،آیت۔۳۳) (26)۔

کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ ہم تمہارے نبی ﷺ کی اولاد ہیں، ہم مظلوم ولاچار ہیں، ہم اپنے حقوق سے محروم کیے گئے اور ہمیں ہماری میراث نہیں ملی۔ ہمارے گھروں کو تاراج کیا گیا اور ہماری ناموس کو رسوا کیا گیا۔ ہمارے بچے خوف کی حالت میں پیدا ہوئے اور ہمارا ہر نشونماء پانے والا بچہ ظلم و جور کی فضا میں پرورش پاتا ہے اور ہمارا مرنے والا ذلت اور محرومی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔افسوس ہے تم لوگ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ خدا کی طرف سے تم پر تمہاری اُمت کے سرکشوں اور ظالموں سے جہاد فرض کیا گیا ہے اور ان اولیاء کی مدد کرنا بھی تمہارا فرض ہے، جو خدا اور اُس کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں۔ اُسی کا ارشاد ہے " یقیناً خدا اس شخص کا مددگار ہے جو اس کے دین کی مدد کرے بیشک خدا تو طاقت والا اور غلبہ والا ہے" (سورہ الحج آیت: ۴۰)۔ہم وہ قوم ہیں کہ جب کسی پر غضبناک ہوتے ہیں تو صرف خدا کے لیے ہوتے ہیں اور ہم کسی پر ظلم کرنا عیب سمجھتے ہیں، جو ہماری ملت میں جاری ہے۔ امامت و خلافت کے ورثہ میں آجانے سے ہم ذلیل قرار دے دیئے گئے۔افسوس تم نے خواہشوں کی پیروی کی اور عہد کو توڑ دیا، بے وقت نمازیں پڑھیں اور زکوۃ وصول کی تو جائز طریقے کے بغیر اور وہ بھی جس کے حوالے کی تو وہ اُس کا اہل نہ تھا، حج کی عبادت بجالائے تو قربانی کے بغیر اور عطایا و خمس اور اموالِ غنیمت کو برباد کردیا، مسکینوں اور مسافروں کو اُن کا حق نہیں دیا جن کے وہ مستحق تھے۔شرعی حدود وَ قوانین کو معطل اور بیکار سمجھ لیا اور ان کے بدلے میں خوب دولت سمیٹ لی، رشتوں، سفارشوں اور عہدے حاصل کرنے کا بازار گرم کردیا اور اوباش فاسقوں کی قربت حاصل کی، نیک لوگوں کو سزا دی گئی۔ خیانت کا کاروبار چمکنے لگا اور دیانت دار اور امانت دار لوگ خائن قرار دیئے گئے، لوگوں پر مجوسی مسلط کردیئے گئے، دولت کو فوج اور لشکروں کی تیاری میں صرف کیا گیا اور بے گناہوں کو مقید کیا گیا، اہل فضیلت کے کوڑے لگائے گئے۔ باپ مارڈالے گئے اور بچے یتیم ہوئے،برائی کا حکم دیا گیا، نیکی سے روکا گیا اور یہ سب کچھ کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کو سمجھے بغیر کیا گیا۔ پھر بھی تم میں سے گمان کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے اللہ تعالٰی نے خلافت عطاء کی، وہ اس کی مخالفت میں حکم دیتا ہے اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتا ہے اور اس کی محترم چیزوں کی بے حرمتی کرتا ہے اور جو شخص بھی امر خدا کی طرف بلاتا ہے، اُسے قتل کرڈالتا ہے۔ وہ شخص خدا کے نزدیک کتنا بدتر ہے،جو خدا پر جھوٹ کا طوفان باندھے یا دوسروں کو اس کی راہ سے روکے یا اُس سے بغاوت پر آمادہ ہو جائے اور وہ لوگ خدا کے یہاں عظیم اجر کے مستحق ہیں۔ جو اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور اس کے امر کا اعلان کرتے اور اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں بلکہ اس میں جلدی کرتے ہیں۔ وہ شخص خدا کے نزدیک کم حیثیت والا ہے،جو یہ خیال کرتا ہے کہ ان امور کے بغیر اس کے ساتھ بھلائی کی جائے گی اور وہ ان سب امور کو خدا کے حق کو کم تر اور اس کے حکم کو ہیچ سمجھتے ہوئے چھوڑ بیٹھے اور دنیا کے لیے ایثار کرے۔ وہ شخص کتنا اچھا ہے، جو اس کا قائل ہو جائے

"اس سے عمدہ بات کس کی ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ اور اعمال صالح کی جانب بلائے اور کہے کہ بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنے خاندان اور دیگر مستضعفین کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حکمرانوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا تھا۔ اس لیے صرف واقعہ کربلا یا جنگ حرہ کی بات حضرت زید شہید علیہ السلام کے قیام کا سبب نہ تھیں بلکہ اس کے پیچھے بہت سے اور عوامل تھے، جن کی مورخین نے پردہ پوشی کی, لیکن حضرت زید شہید علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔ بغدادی نے لوگوں کی توجہ ان باتوں کی طرف سے ہٹانے کی ناکام کوشش کی ہے، جن کی بنا پر حضرت زید شہید علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔

حضرت زید شہید علیہ السلام پورے ملک سے فسق وفجور اور ظلم وجور کا خاتمہ چاہتے تھے اور اپنے خاندان سمیت تمام مظلومین اور مستضعفین کو اس ہیجانی کیفیت سے نجات دلانا چاہتے تھے، جبکہ مورخین نے ہشام کے فسق وفجور اور اُس کے ظلم وجور پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کی بناء پر لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ حضرت زید شہید علیہ السلام نے دعویٰ امامت کیا اور یہ بات اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اموی حکمرانوں نے بنوہاشم کو اپنی حکومت کے خلاف قیام سے روکنے کے لیے جہاد کے خلاف احادیث وضع کرائیں، جو ہشام کے دور میں اتنی شدت کے ساتھ مشتہر ہوئیں کہ آج تک لوگوں کے اذہان میں حضرت زید شہید علیہ السلام کے قیام سے متعلق شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیخ کلینیؒ کی کتاب اصول کافی میں بھی ایک ایسی روایت پائی جاتی ہے جس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ حضرت زید امام باقر علیہ السلام کی امامت کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ اس روایت میں آیا ہے:۔

محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد، عن الحسين بن سعيد، عن الحسين بن الجارود، عن موسى بن بكر بن دأب، عمن حدثه، عن أبي جعفر عليه السلام أن زيد بن علي بن الحسين عليه السلام دخل على أبي جعفر محمد بن علي ومعه كتب من أهل الكوفة يدعونه فيها الى أنفسهم ويخبرونه باجتماعهم ويأمرونه بالخروج، فقال له أبو جعفر عليه السلام: ـ ـ ـ فلا تعجل، فان الله لا يجعل لعجلة العباد ولا تسبقن الله فتعجزك البلية فتصرعك، قال: فغضب زيد عند ذلك، ثم قال: ليس الامام منا من جلس في بيته و أرخى سترة وثبط عن الجهاد ولكن الامام منا من منع حوزته، وجاهد في سبيل الله حق جهاده ودفع عن رعيته وذب عن حريمه، قال ابوجعفر عليه السلام ـ ـ ـ أتريد يا أخي أن تحيي ملة قوم قد كفروا بآيات الله وعصوا رسوله واتبعوا أهواء هم بغير هدى من الله وادعوا الخلافة بلا برهان من الله ولا عهد من رسوله؟ أعيذك بالله يا أخي أن تكون غدا المصلوب بالكناسة ثم ارفضت عيناه وسالت دموعه، ثم قال: الله بيننا وبين من هتك سترنا وجحدنا حقنا وأفشى سرنا ونسبنا الى غير جدنا وقال فينا مالم نقله في أنفسنا۔ (27)

ترجمہ: "محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد بن حسین بن سعید سے حسین بن جارود سے موسیٰ بن بکیر بن داب نے اس شخص سے جس نے ابو جعفرؑ حضرت امام محمد باقرؑ سے کہ حضرت زید بن علی بن حسینؑ، حضرت ابو جعفرؑ محمد بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس اہل کوفہ کے خطوط تھے کہ جن میں وہ انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ وہ انہیں اپنے اجتماع کی خبر دیتے اور انہیں خروج کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ تب حضرت ابو جعفرؑ حضرت امام محمد باقرؑ نے ان سے پوچھا: ان خطوط کی ابتداء ان کی طرف سے ہوئی ہے یا یہ ان کا جواب ہیں، جو آپ نے ان کی طرف لکھے ہیں اور جس چیز کی طرف آپ نے انہیں بلایا ہے؟ زیدؑ نے کہا: ان لوگوں کی طرف سے ابتداء ہے، ان کی معرفت کی جو ہمارے حق کی وجہ سے ہے، ہماری رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی بناء پر اور یہ سبب اس کے کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں ہماری مودت کے وجوب اور ہماری اطاعت کے فرض ہونے کا ذکر ہے اور یہ سبب اس چیز

کے جس کی تنگی اور مصیبت میں وہ ہمیں مبتلا پاتے ہیں۔ پس آپ سے حضرت ابو جعفرؑ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اطاعت تو اللہ عزوجل کی طرف سے فرض کی گئی ہے، جو ایسی سنت ہے کہ اولین سے جاری رہی ہے اب اس کا اعادہ ہوا ہے کہ آخرین میں اطاعت ہم میں سے ایک کے لیے ہے اور مودت اور محبت سب کے لیے ہے اور اللہ کا حکم اپنے اولیاء کے لیے جاری ہوتا ہے۔ حکم موصول۔ قضائے مجصول (فیصلہ شدہ) کے حتم مقتضی (ایسا حتمی امر جو قضاء و قدر میں آچکا ہے) اور قدر و مقدور اور اجل مسمّٰی و معین کے ساتھ وقت معلوم کے لیے ہے۔ پس وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے، وہ تمہیں خفیف اور ہلکا پھلکا نہ بنادیں۔ وہ کبھی بھی تمہیں کسی چیز میں اللہ سے بے پرواہ نہیں کر سکتے۔ پس دیکھو کہ بلاء مصیبت تمہیں عاجز کر دے گی اور تمہیں پچھاڑ دے گی۔ راوی کہتا ہے۔ اس پر زیدؒ غصہ میں آگئے اور کہا: ہم میں سے وہ امام نہیں ہے، جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور اپنے سامنے پردہ ڈال دے اور جہاد سے روکے بلکہ ہم میں سے امام وہ ہے، جو اپنے مرکز کی حفاظت کرے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے، جو جہاد کا حق ہے اور اپنی رعیت کا دفاع کرے اور اپنے حریم سے دشمن کو روکے۔

ابو جعفرؑ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا! اے بھائی! کیا تم اپنے نفس میں ان میں سے کوئی چیز رکھتے ہو جس کی تم نے امام کی طرف نسبت دی ہے۔ پس اس پر اللہ کی کتاب سے کوئی شاہد یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی حجت لا سکتے ہو یا اس کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہو؟ اللہ عزوجل نے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام قرار دیا ہے، کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، کچھ مثالیں بیان کی ہیں اور کچھ سنن معین کیے ہیں۔ جو امام اس کے امر کے ساتھ قائم ہے، اسے اس چیز میں شبہ نہیں ہوتا کہ جو اطاعت اس پر فرض کی گئی ہے یا یہ کہ وہ کسی امر میں اس کے عمل سے سبقت کرے یا اس کا وقت آنے سے پہلے اس میں کوشش کرے۔

۔۔۔اے بھائی! کیا تم چاہتے ہو کہ اس قوم کے مذہب کو زندگی دو جس نے اللہ کی آیات کا کفر کیا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اللہ تعالی کی طرف سے برہان کے بغیر اور اس کے رسول کے عہد کے بغیر خلافت کا دعویٰ کیا۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے بھائی تم کل کناسہ میں سولی پر لٹکائے جاؤ۔ پھر آپ کی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس نے پردوں کو چاک کیا اور ہمارے حق کا انکار کیا اور ہمارے راز کو فاش کیا اور ہمیں ہمارے جد کے علاوہ منسوب کیا اور ہمارے بارے میں وہ کچھ کہا، جو ہم نے اپنے متعلق نہیں کہا ہے۔"

مذکورہ روایت کے حوالے سے یہ کہنا ضروری ہے کہ سب سے پہلے تو اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت زید، اپنے زمانہ کے امام کی امامت کے قائل نہ تھے۔ اور اگر اس روایت سے یہ ثابت ہوتا بھی ہو تو خود یہ روایت بعض اہل تحقیق کی نظر میں ایک مرسل روایت ہے۔ جس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ آیت اللہ منتظری اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

انها مرسلة ، مضافا الى ان الحسين بن الجارود وموسى بن بكر بن دأب كليهما مجهولان لم يذكرا فى كتب الرجال بمدح ولا قدح۔۔۔(28)

آیت اللہ منتظری نے اس روایت کو مرسلہ قرار دیا ہے؛ یعنی ایسی روایت جس کے درمیان میں راوی چھوٹا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں، ان کے نزدیک حسین بن جارود اور موسیٰ بن بکر بن داب دونوں مجہول ہیں۔ کتب رجال میں ان کا تذکرہ نہ مدح کے ساتھ ہے اور نہ قدح کے ساتھ ہے۔

نیز اس روایت میں زید پر تعریض و طنز نہیں بلکہ اس پر ہے کہ جس نے ان کے ساتھ اور زید کے ساتھ دشمنی کی۔ زیدؒ کے فضائل میں ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، کیونکہ وہ آلِ محمد علیہم السلام کی رضا کے لیے حکومت طلب کرتے تھے اور اپنے لیے طلب نہیں کرتے تھے۔ آیت اللہ منتظری کے مطابق زیدؒ اپنے زمانہ کے امام اور حجت کو پہچانتے تھے اور کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کے بارے میں برا گمان کرے۔ جیسا کہ انہوں نے علامہ مجلسیؒ کی مراۃ العقول سے اس روایت کے ذیل میں ان سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ زید کے بارے میں روایات و اخبار مختلف ہیں۔ بعض ان کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں اور اکثر ان کے قابل قدر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ انہوں نے

خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی امامت کے قائل تھے اور انہوں نے خون حضرت امام حسینؑ کے مطالبہ کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے خروج کیا اور وہ آل محمد ﷺ کی رضا کی طرف دعوت دیتے تھے۔
ہمارے اکثر علماء اسی بات کی طرف گئے ہیں اور میں نے ان کے کلام میں اس کے علاوہ کوئی نظریہ نہیں دیکھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مخفی طور پر امام ی کے اذن یافتہ تھے۔اس کے بعد آیت اللہ منتظری لکھتے ہیں کہ :

ونحن نقول اجمالا ان قولنا بقداسة زيد وحسن نيته في قيامه ليس قولا بعصمته وعدم صدور اشتباه منه طيلة عمره وعدم احتياجه الى هداية الامام ونصيحته له أصلاً۔ ولعله في بادي الأمر اشتبه عليه الأمر وصار أسيرا للأحاسيس الآنية فنبهه الامام الباقر (عليه السلام) وحذره من الاستعجال والاغترار والاعتماد على بعض من لا يعتمد عليه ۔ ووفاة الامام الباقر (عليه السلام) على ما في أصول الكافي۔(29) كانت في سنة ۱۱۴ من الهجرة ، وقيام زيد المؤيد عند الأئمة (عليهم السلام) على ما ذكره أرباب السير كان في عصر الامام الصادق (عليه السلام) في سنة ۱۲۱ ه، فلعل الظروف والأجواء اختلقت في صفحة عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وتترتب عليه بركات من جهات اخر۔ هذه المدة ، وهو على ما في بعض الأخبار كان مقرا بامامة الامام الصادق (ع) وانه حجة زمانه۔

ہم اجمالی طور پر کہتے ہیں کہ ہمارا زیدؑ کی عظمت و بزرگی اور ان کے قیام میں حسن نیت کا قائل ہونا، ان کی عصمت کا قائل ہونا نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ساری عمر اُن سے کوئی اشتباہ صادر نہیں ہوا اور وہ امام کی ہدایت اور ان کی نصیحت کے بالکل محتاج نہ تھے۔ ممکن ہے ابتداء میں ان پر معاملہ مشتبہ ہو اور وہ وقتی احساسات و جذبات کے اسیر ہوں۔ پس حضرت امام محمد باقرؑ نے انہیں تنبیہ کی اور جلد بازی، دھوکہ میں آنے اور بعض ایسے لوگوں سے جو قابل اعتماد نہ تھے ڈرایا ہو۔ پھر حضرت امام محمد باقرؑ کی وفات جیسا کہ اصول کافی میں ہے کہ ۱۱۴ھجری میں ہوئی ہے اور زید کا قیام جو ائمہ کے موید تھے ، حضرت امام جعفر صادقؑ کے زمانے ۱۲۱ھجری میں ہوا ہے، جیسا کہ ارباب سِیر نے ذکر کیا ہے۔ شاید وقت اور فضا اُس مدت میں مختلف ہو اور زیدؑ بعض اخبار و روایتوں کے مطابق حضرت امام جعفر صادقؑ کی امامت کے قائل ہوئے اور آنجناب ان کے زمانہ کی حجت تھے۔
آیت اللہ منتظری کے تبصرے (30) کی روشنی میں یہ بات کہنا مناسب ہوگی کہ اصول کافی کی روایت اشکال سے خالی نہیں ہے کیونکہ مسعودی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت زید شہیدؑ کی حضرت امام محمد باقرؑ سے آخری ملاقات اُس وقت ہوئی جب آپ مدینے سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اور حضرت امام محمد باقرؑ نے انہیں اپنی شہادت کی خبر دیتے ہوئے یہ بتایا کہ اب ان دونوں کی آپس میں دوبارہ زندگی میں ملاقات نہ ہوگی (31)۔
بلکہ بعض روایات سے یہ امر سامنے آتا ہے کہ حضرت زید ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی امامت کے قائل تھے اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے ایک موقع پر سلیمان بن خالد سے کہا کہ احکامِ شریعت یعنی حلال و حرام میں حضرت جعفر صادقؑ ہمارے پیشوا اور امام ہیں (32)۔
اس کے علاوہ عمرو بن خالد ابو خالد واسطی بیان کرتے ہیں حضرت زید بن امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں میرے بھتیجے جعفر بن محمدؑ امام وقت ہیں، جو اُن کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے گا، وہ ہدایت نہیں پا سکتا (33)۔ یہی نہیں بلکہ دلیل کے طور حضرت زید شہیدؑ کا یہ قول بھی ملتا ہے: "قول زيد بن علي من أراد الجهاد فالي ومن أراد العلم فالى ابن أخي جعفر" (34) یعنی: " جو جہاد کرنا چاہتا ہو، وہ میرے ساتھ آئے اور جو علم کا خواہشمند ہو، وہ میرے بھتیجے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف چلا جائے۔"
حضرت زید شہید علیہ السلام نے کسی موقع پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حکم عدولی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اُنہوں نے امامت کا دعوی کیا بلکہ یہ اموی حکمرانوں کی جانب سے کیا ہوا پروپیگنڈا تھا، جسے اُنہوں نے لوگوں کو اُن سے دور کرنے کے لیے کیا حالانکہ حضرت زید شہید علیہ السلام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مخفی طور پر اِذن یافتہ تھے۔

حوالہ جات

1۔ابن کثیر،علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین دمشقی،البدایۃ والنہایۃ، تحقیق وتدقیق و تعلیق : علی شیری،الناشر : دار احیاء التراث العربی، بیروت ، طبع الاولی ۱۹۸۸ء ،ج ۸ ، ص ۲۰۹؛اصفہانی، ابو الفرج، مقاتل الطالبیین، تحقیق محمد حسن محمد حسن اسماعیل، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۷ء، ص ۶۷؛الطبری، محمد بن جریر الطبری، المسترشد، تحقیق :الشیخ أحمد المحمودی، الناشر مؤسسۃ الثقافۃ الاسلامیۃ لکوشانبور، قم، ص ۵۱۰؛ابن اعثم، احمد الکوفی، کتاب الفتوح، تحقیق: علی شیری، الناشر : دار الأضواء للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۱ھ، ج ۵ ،۱۲۹؛ مجلسی، علامہ، محمد باقر، بحار الانوار، مطبعۃ دار احیاء التراث العربی، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۹۸۳ء، ج۴۵، ص۱۵۷۔

2۔طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی،المطبعۃ الاستقامہ قاہرہ، ج ۴، ص ۳۲۷ تا ۳۷۹؛ابن الاثیر، محمد بن محمد الجزری،الکامل فی التاریخ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ، قاہرہ، ج ۳، ص۳۱۰ تا ۳۱۳؛ایضاً، ج۸ ، ص۲۱۹ تا ۲۲۱؛مسعودی، ابو الحسن علی بن الحسین بن علی ، مروج الزہب و معادن الجواہر، مطبوعہ دار الھجرۃ، قم، ج ۳، ص۶۹؛ابن الطقطقی، محمد بن علی بن طباطبا، الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدولۃ الاسلامیۃ، تحقیق: عبد القادر محمد مایو، مطبعۃ دار القلم العربی، ط۔الاولی، ۱۴۱۸ھ بیروت، ص ۱۱۸؛

Hitti, Philip.K. A Short History of Syria Published by Macmillan & Co. Ltd.New York 1959 AD.

3۔السیوطی، عبد الرحمٰن بن أبی بکر، تاریخ الخلفاء، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، الناشر : مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۸۲۔

4۔ایضاً، تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۲؛الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۷۰؛ تاریخ طبری، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی، المطبعۃ الاستقامہ قاہرہ ، ج ۴، ص ۳۸۳؛البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعادہ، قاھرہ، ج ۸، ص ۲۲۵

5۔مروج الزہب و معادن الجواہر، ج ۲، ص ۸۶؛الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدولۃ الاسلامیۃ، ص ۱۲۱

6۔الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۵۰؛ نگار سجاد ظہیر، ڈاکٹر، مختار ثقفی، مطبوعہ قرطاس، کراچی یونیورسٹی، ص ۴۲ تا ص ۴۸۔

7۔الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۲۵ ;

NICHOLSON, REYNOD A., ALITERARY HISTORY OF THE ARABS, THE UNIVERSITY PRESS, CAMBRIDGE, 1953, PAGE NO.198.

8۔حمید الدین، ڈاکٹر، تاریخ اسلام، مطبوعہ فیروز سنز، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۳۲۸

9ایضاً ، ص ۳۳۴

10۔ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ الشافعی، تہذیب التاریخ دمشق الکبیر، مرتبۃ الشیخ عبد القادر بدران، دار احیاء التراث العربی الطباعہ والنشر و التوزیع ، بیروت، ج ۱۹، ص ۴۶۹؛مقاتل الطالبیین، ص ۴۳؛ عقیلی، عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن ابی جرادۃ، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، المحقق: دکتر سہیل زکار، الناشر : دار الفکر، بیروت، ج ۴، ص ۱۶۳

11۔الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۲۳۳، ۲۳۲

12۔ایضاً، ج ۴، ص ۴۳۹

13۔ابن خلدون، عبد الرحمٰن ابن خلدون المغربی، کتاب العبر ودیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر و من عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر، مطبعۃ مؤسسۃ الأعلمی، بیروت ، ۱۹۷۱ء، ج ۳، ص ۹۷

14۔الکامل فی التاریخ۔ابن الأثیر، ج ۵، ص ۲۲۴

15۔ایضاً، ج ۵، ص ۲۷۹، محولہ۔

16۔ایضاً، ج ۵، ص ۲۷۹، محولہ۔

17۔ایضاً، ج ۵، ص ۲۸۰، محولہ۔

18۔الصنعائی، القاضی شرف الدین الحسین بن احمد السیاغی، الروض النضیر شرح مجموع الفقہ الکبیر، مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ، ج ۱، ص ۵۵

19۔تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۰۴؛الکامل فی التاریخ،ج ۴، ص ۴۸؛ عسکری،السید مرتضی، معالم المدرستین، مؤسسۃ النعمان للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۰ء ،ج ۳، ص ۲۷

20۔ کلینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب، فروع الکافی، تصحیح و تعلیق: علی اکبر الغفاری دار الکتب الاسلامیہ ،طہران،۱۳۹۱ق، ج ۵، ص ۵۶؛ مجلسی، علامہ، محمد باقر، بحار الانوار، مطبعۃ دار احیاء التراث العربی، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۹۸۳ء ، ج۹۷، ص۸۷؛ بروجدی، السید، جامع أحادیث الشیعۃ، منشورات مدینۃ العلم، آیۃ اللہ العظمی الخوئی، قم،۱۳۶۶ش، ج ۱۴، ص ۳۹۱

21۔بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۶۴

22۔عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعۃ (آل البیت)، المطبعۃ مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، قم، ج ۱۶، ص ۱۳۴

23۔ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ الشافعی، تاریخ مدینہ و دمشق، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ج ۱۹، ص ۴۶۹؛ عقیلی، عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن ابی جرادۃ، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، المحقق: د۔ سہیل زکار، الناشر: دار الفکر، بیروت، ج ۹، ص ۴۰۴۳، ۴۰۴۴؛ابن خلکان، وفوات الوفیات، صلاح کتبی۔ فوات الوفیات (الجزء الاول) ۱۲۸۳ھ، ج ۲ ص ۳۶۔؛ بستانی، پطرس، دائرۃ المعارف، مطبوعہ بیروت، ۱۸۷۷ء، ج ۲، ص ۱۰۸

24۔ابوزہرہ، محمد ابوزھرۃ مصری، الامام ابو حنیفہ، مطبوعہ دار الفکر العربی، قاہرہ، ۱۹۴۵ء، ص ۳۶۔

25۔بغدادی، عبد القاہر بن طاہر بن محمد، الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، الفصل الاول من فصول ہذا الباب فی بیان مقالات فرق الرفض، الناشر دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۷۷ء، ص ۲۵

26۔بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۰۶؛الکوفی، فرات بن ابراہیم الکوفی، تفسیر فرات، مطبوعہ ایران،، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۶۔

27۔الکافی الکلینی، ج ۱، ص ۳۵۸،۳۵۶

28۔منتظری، شیخ آیت اللہ، دراسات فی ولایۃ الفقیہ وفقہ الدولۃ الاسلامیۃ، قم، ج ۱، ص ۲۱۵ تا ص ۲۱۸

29۔الکافی الکلینی، باب مولد أبی جعفر محمد بن علی (ع)، ج ۱، ص ۴۶۹

30۔آیت اللہ منتظری، ولایت فقیہ اور حکومت اسلامی کے قواعد، مترجم: سید صفدر حسین نجفی، پبلشر: مصباح الہدیٰ پبلی کیشنز۔گنگا رام بلڈنگ، شاہراہ قائد آعظم، لاہور، ج ۱، ص ۱۹۱، ۱۹۵

31۔مروج الذھب و معادن الجواہر، ج ۳، ص ۲۰۶؛ بحار الأنوار، ج ۴۶، ص ۱۹۰

32۔ایضاً، ج ۴۶، ص ۱۹۷؛امین، سید محسن، اعیان الشیعۃ، تحقیق وتخریج: حسن امین، مطبعۃ دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۸۳ء، ج ۷، ص ۱۱۳؛المغربی، القاضی النعمان ،شرح الاخبار، تحقیق: السید محمد الحسینی الجلالی، مطبعۃ مؤسسۃ النشر الاسلامی، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین، قم، ج ۳، ص ۲۹۰،۲۸۸۔

33۔بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۷۳

34۔ایضاً، ج ۴۶، ص ۱۹۸